International Journal of Islamic Studies & Culture *ISSN-2709-3905*
http://ijisc.com.pk/index.php/IJISC/issue/view/192 *PISSN2709-3891*
(Volume.4, Issue.2 (2024)
(April-June)

Comparison of the Attributes of Yusuf (Joseph) علیه السلام in the Light of the Quran and the Book of Genesis

شمائل یوسف علیہ السلام کا قرآن کریم اور کتاب التکوین روشنی میں تقابل

Amreen Iqbal
MPhil Scholar, Department of Islamic Studies, HITEC University Taxila.

Abstract

This research undertakes a comparative analysis of the attributes of Prophet Yusuf (Joseph) as depicted in the Quran and the Book of Genesis. By examining the textual narratives of both scriptures, the study seeks to identify similarities and differences in the portrayal of Yusuf's character, focusing on his virtues, challenges, and spiritual growth. The research aims to contribute to a deeper understanding of the shared and distinct perspectives on this significant biblical figure within Islamic and Judeo-Christian traditions. Both texts highlight Yusuf's exceptional virtues, including his unwavering faith in God, integrity, and wisdom. His ability to interpret dreams is a significant aspect in both scriptures, emphasizing his spiritual insight and divine connection. The stories in both the Quran and Genesis detail the numerous challenges Yusuf faced, such as betrayal by his brothers, wrongful imprisonment, and trials of seduction by Potiphar's wife (Zulaykha). These challenges test his faith and character, ultimately leading to his spiritual and social elevation. Yusuf's journey from a favored son to a position of high authority in Egypt illustrates his spiritual growth and the fulfillment of divine promises. Both texts depict his story as one of divine providence and moral triumph.The Quran focuses more on Yusuf's unwavering faith and reliance on God throughout his trials, presenting his story as a testament to divine wisdom and mercy. In contrast, the Genesis account provides more detailed familial and socio-political contexts, emphasizing the human elements of the narrative. The Quranic narrative is concise and thematic, aiming to impart moral and spiritual lessons to the reader. The Genesis account is more detailed and descriptive, providing a comprehensive historical context and character development. The Quranic story of Yusuf often emphasizes moral lessons and the importance of patience, forgiveness, and trust in God. The Genesis account, while also highlighting these themes, places a greater emphasis on the interpersonal relationships and their complexities.This comparative analysis reveals that while both the Quran and the Book of Genesis offer rich and multifaceted portrayals of Prophet Yusuf, they each bring unique perspectives and emphases to his story. By understanding these similarities and differences, readers can gain a deeper appreciation of the shared heritage and distinct teachings within Islamic and Judeo-Christian traditions regarding this significant prophetic figure.

Keywords: Similarities in Narratives, Yusuf (Joseph), Quran, Book Genesis, Differences in Portrayals.

اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسان کو پیدا کیا تو ان کے لیے ہدایت کا راستہ واضح کرنے کے لیے بہت سی برگزیدہ ہستیوں کو بھی مبعوث فرمایا تاکہ وہ لوگوں کو خالق کی پہچان عطا کریں اور توحید خالص کا درس دیں۔اللہ کی ان مقرب ہستیوں نے اپنے مشن کو پوری محنت کے ساتھ سرانجام دیا اور اس راستے میں آنے والی ہر تکلیف کا جواں مردی سے مقابلہ کیا۔

ساری امت اس بات پر متفق ہے کہ کائنات کی افضل اور بزرگ ترین ہستیاں انبیاء ہیں۔جن کا مقام عام انسانوں سے بلند ہے۔اس کا سبب یہ ہے کہ اللہ تعالی نے انہیں اپنے دین کی تبلیغ کے لیے منتخب فرمایا لوگوں کی ہدایت ور ہنمائی کے لیے انہیں مختلف علاقوں اور قوموں کی طرف مبعوث فرمایا۔اور انہوں نے بھی تبلیغ دین اور اشاعتِ توحید کے لیے اپنی زندگیاں وقف کر دیں۔اشاعتِ حق کے لیے شب ر روز انتھک محنت و کوشش کی اور عظیم قربانیاں پیش کر کے پرچمِ اسلام بلند کیا ۔قرآن کریم میں اللہ تعالی نے جابجا ان نفوس قدسیہ کا واقعاتی انداز میں ذکر فرمایا ہے۔انبیائے کرام علیہم السلام کائنات کی عظیم ترین ہستیاں اور انسانوں میں ہیرے موتیوں کی طرح جگمگاتی شخصیات ہیں، جنہیں خدا نے وحی کے نور سے روشنی بخشی۔حکمتوں کے سرچشمے ان کے دلوں میں جاری فرمائے اور سیرت و کردار کی وہ بلندیاں عطا فرمائیں، جن کی تابانی سے مخلوق کی آنکھیں خیرہ ہو جاتی ہیں، ان کی ربانی سیرتوں، راہ خدا میں کاوشوں اور خدائی پیغام پہنچانے میں اٹھائی گئی مشقتوں میں تمام انسانیت کے لیے عظمت و شوکت کردار، ہمت، حوصلے اور استقامت کا عظیم درس موجود ہے۔ ان کی سیرت کا مطالعہ آنکھوں کو روشنی، روح کو قوت، دلوں کو ہمت، عقل کو نور، سوچ کو وسعت، کردار کو حسن، زندگی کو معنویت، بندوں کو نیاز اور قوموں کو عروج بخشتا ہے۔رسول اور پیغمبر انسان اور بشر ہی ہوتے تھے، مگر ان کے صفات فرشتوں کی صفات سے اعلی ہوتے تھے، ان کے کردار و کیریکٹر، اخلاق و اوصاف اور عادت و اطوار پر کوئی انگلی نہیں اٹھا سکتا، وہ شرافت کے سردار اور جبین انسانیت کے جھومر ہوتے تھے۔لہذا انبیاء کرام کی زندگی کا ہر پہلو قابل اتباع اور نمونہ عمل ہے۔

اس فصل میں شمائل یوسف علیہ السلام کا قرآن کریم اور تورات کی کتاب التکوین کے حوالے سے تقابل ذکر ہو گا۔قرآن کریم کی سورۂ یوسف میں حضرت یوسف علیہ السلام کا واقعہ مکمل ذکر ہے، یہ مکی سورت ہے جو قرآن مجید کے ترتیب کے اعتبار سے بارہویں نمبر پر ہے۔اس میں 111 آیات اور 12 رکوع ہیں۔یہ قرآن مجید کے بارہویں اور تیرہویں پارے میں ہے۔اس سورت کا نام یوسف اس لیے رکھا گیا ہے کہ اس میں سیدنا یوسف علیہ السلام کے واقعات اور حالاتِ زندگی تفصیل سے بیان کیے گئے ہیں۔جبکہ عہد نامہ قدم کی پہلی کتاب، کتاب التکوین (پیدائش) کا تفصیلی ذکر سابقہ باب میں ذکر ہوا ہے، کے باب نمبر 37 سے حضرت یوسف علیہ السلام کا تذکرہ شروع ہوتا ہے، اور یہ 50 ویں باب اور کتاب التکوین کے اختتام تک جاری رہتا ہے۔

شمائل کا مفہوم:

شمال کی جمع شمائل آتی ہے جس کے درج ذیل معانی آتے ہیں:

سیرت، عادت، طبیعت[1]

بعض اہل لغت کے مطابق "شمائل" کا اطلاق "اخلاق اور جسمانی ساخت" پر بھی ہوتا ہے۔[2]

زیر نظر فصل میں حضرت یوسف علیہ السلام کے شمائل یعنی ان کے اخلاق و دعادات، طبیعت و سیرت وغیرہ کو قرآن کریم کے بیان کردہ تعلیمات کی روشنی میں جائزہ لیا جائے گا۔

سیدنا یوسف علیہ السلام کا خواب قرآن میں:

حضرت یوسف علیہ السلام کا واقعہ قرآن کریم میں ایک خواب سے شروع ہوتا ہے، جن کا ذکر قرآن نے ان الفاظ میں کیا ہے:

"إِذْ قَالَ يُوسُفُ لِأَبِيهِ يَا أَبَتِ إِنِّي رَأَيْتُ أَحَدَ عَشَرَ كَوْكَبًا وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ رَأَيْتُهُمْ لِي سَاجِدِينَ"[3]

ترجمہ: جب یوسف (علیہ السلام) نے اپنے باپ سے کہا: ابّاجان! میں نے خواب دیکھا ہے کہ گیارہ ستارے ہیں اور سورج اور چاند ہیں، میں نے انہیں اپنے آگے سجدہ کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے جب خواب اپنے والد کے سامنے بیان کیا، تو وہ اس کی تعبیر سمجھ گئے اور انہیں منع کیا کہ یہ خواب اپنے بھائیوں کو نہ بتائیں، بصورت دیگر وہ اس کے خلاف تدبیریں کرنے لگیں گے۔[4] حضرت یوسف علیہ السلام نے یقیناً اپنے والد کی نصیحت پر عمل کیا ہوگا، تاہم اس کے متعلق قرآن کریم خاموش ہے۔

خوابِ یوسف علیہ السلام "کتاب التکوین" میں:

کتابِ تکوین میں حضرت یوسف علیہ السلام کے دو خواب ذکر ہوئے ہیں، ان میں سے پہلا خواب درج ذیل ہے:

" اور یوسف نے ایک خواب دیکھا جسے اس نے اپنے بھائیوں کو بتایا تو وہ اس سے اور بھی بغض رکھنے لگے۔ اور اس نے ان سے کہا کہ ذرا وہ خواب تو سنو جو میں نے دیکھا ۔ ہم کھیت میں پولے باندھتے تھے اور میرا پولا اٹھا اور سیدھا کھڑا ہو گیا اور تمہارے پولوں نے میرے پولے کو چاروں طرف سے گھیر لیا اور اسے سجدہ کیا۔ تب اس کے بھائیوں نے اس سے کہا کہ کیا تو سچ مچ ہم پر سلطنت کرے گا یا ہم پر تیرا تسلط ہوگا؟ اور انہوں نے اس کے خوابوں اور اسکی باتوں کے سبب اس سے اور بھی بغض رکھا۔ [5]

دوسرا خواب ان الفاظ میں ذکر ہے:

" پھر اس نے دوسرا خواب دیکھا اور اپنے بھائیوں کو بتایا، اس نے کہا کہ دیکھو مجھے ایک اور خواب دکھائی دیا کہ سورج اور چاند اور گیارہ ستاروں نے مجھے سجدہ کیا۔ اور اس نے اپنے باپ اور بھائیوں دونوں کو بتایا۔ تب اس کے باپ نے اسے ڈانٹا اور کہا کہ یہ خواب کیا ہے جو تو نے دیکھا؟ کیا میں اور تیری ماں اور تیرے بھائی سچ مچ تیرے آگے زمین پر جھک کر تجھے سجدہ کریں گے؟ اور اس کے بھائیوں کو اس سے حسد ہو گیا لیکن اس کے باپ نے یہ بات یاد رکھی"۔ [6]"

تقابل:

پہلے خواب کا تذکرہ کتاب تکوین میں موجود ہے، تاہم اس کا ذکر قرآن کریم میں نہیں ملتا۔ جبکہ دوسرے خواب کا تذکرہ دونوں کتابوں میں ملتا ہے، اور دونوں کے الفاظ ایک جیسے ہیں۔

امتحانِ وآزمائش یوسف علیہ السلام:

اس خواب کے بعد حضرت یوسف علیہ السلام کی ابتلا وامتحان شروع ہو گیا، اور ان کے بھائی ان سے والد کی محبت اور توجہ دیکھ کر حسد کرنے لگے، اور ان کے خلاف مختلف قسم تدابیر اور منصوبے بنانے لگے۔ قرآن کریم کے مطابق ان کے بھائیوں نے آپس میں میٹنگ کی اور ایک پلاننگ کے تحت حضرت یوسف علیہ السلام کو اپنے ساتھ لے جاکر ایک کنویں میں پھینک آئے۔ یہیں سے حضرت یوسف علیہ السلام کی آزمائش شروع ہوگئی۔ چنانچہ قرآن کریم حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کی ان کے خلاف میٹنگ کو اپنے الفاظ میں یوں بیان کرتا ہے:

"اُقْتُلُوْا یُوْسُفَ اَوِ اطْرَحُوْهُ اَرْضًا یَّخْلُ لَكُمْ وَجْهُ اَبِیْكُمْ وَ تَكُوْنُوْا مِنْۢ بَعْدِهٖ قَوْمًا صٰلِحِیْنَ، قَالَ قَآىٕلٌ مِّنْهُمْ لَا تَقْتُلُوْا یُوْسُفَ وَ اَلْقُوْهُ فِیْ غَیٰبَتِ الْجُبِّ یَلْتَقِطْهُ بَعْضُ السَّیَّارَةِ اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِیْنَ [7]"

ترجمہ: "یوسف کو مار ڈالو یا کسی ملک میں پھینک دو تاکہ باپ کی توجہ اکیلے تم پر رہے اور اس کے بعد نیک آدمی ہو جانا۔ ان میں سے ایک کہنے والے نے کہا کہ یوسف کو قتل نہ کرو اور اسے گمنام کنوئیں میں ڈال دو کہ اسے کوئی مسافر اٹھا لے جائے اگر تم کرنے ہی والے ہو۔"

اس کے بعد انہوں نے میٹنگ میں یہ طے کیا کہ اسے کسی گمنام کنویں میں پھینک دیا جائے، اور باقاعدہ پلاننگ بنا کر حضرت یوسف کو اپنے ساتھ لے جانے کے لیے اپنے والد سے اجازت مانگی، اور بالآخر اپنے عزائم کو پایہ تکمیل تک پہنچایا۔[8]

کتاب التکوین میں حضرت یوسف کی ابتدائی آزمائش کے بارے میں یوں درج ہے:

"اُس کے باپ نے اُسے اُس کے بھائیوں کی خبر لینے کیلئے وہاں بھیجا جہاں وہ اپنے گلے چراتے تھے۔ مگر اُنھوں نے اور جونہی انہوں نے اسے دور سے دیکھا تو پیشتر اس سے کہ وہ نزدیک پہنچے اسکے قتل کا منصوبہ باندھا۔ اور آپس میں کہنے لگے دیکھو وہ خوابوں کا دیکھنے والا آرہا ہے۔ آؤ اب ہم اسے مار ڈالیں اور گڑھے میں ڈال دیں اور یہ کہہ دیں گے کہ کوئی برا درندہ اسے کھا گیا۔ پھر دیکھیں گے کہ اس کے خوابوں کو انجام کیا ہوتا ہے۔ تب روبن نے یہ سن کر اسے ان کے ہاتھوں سے بچایا اور کہا کہ ہم اس کی جان نہ لیں۔ روبن نے ان سے یہ بھی کہا کہ خون نہ بہاؤ بلکہ اسے اس گڑھے میں جو بیابان میں ہے ڈالدو ولیکن اس پر ہاتھ نہ اٹھاؤ۔ وہ چاہتا تھا کہ اسے ان کے ہاتھ سے بچا کر اسے باپ کے پاس سلامت پہنچادے۔ اور یوں ہوا کہ جب یوسف اپنے بھائیوں کے پاس پہنچا تو انہوں نے اس کی بوقلمون قبا کو جو وہ پہنے تھا اتار لیا۔ اور اسے اٹھا کر گڑھے میں ڈال دیا۔ وہ گڑھا سوکھا تھا اور اس میں ذرا بھی پانی نہ تھا۔"[9]

تقابل:

قرآن اور عہد نامہ عتیق کی کتاب التکوین میں اس بات پر اتفاق ہے کہ اس خواب کے بعد حضرت یوسف علیہ السلام کی ابتلاء اور امتحان شروع ہو گیا تھا، اور ان کے بھائیوں نے ان کو اندھے کنویں میں پھینک دیا تھا۔

عفت و عصمت:

حیاء نفسانی صفات میں ایک اہم صفت ہے جو ہماری اخلاقی زندگی کے مختلف شعبوں میں بہت زیادہ اثر رکھتی ہے. اس تاثیر کا اہم ترین کردار، خود کو محفوظ رکھنا ہے۔ حیاء لغت میں شرم وندامت کے مفہوم میں ہے اور اس کی ضد "وقاحت" اور بے حیائی ہے۔[10]

علماء اخلاق کی اصطلاح میں حیاء ایک قسم کا نفسانی انفعال اور انقباض ہے جو انسان میں ناپسندیدہ افعال کے انجام نہ دینے کا باعث بنتا ہے اور اس کا سرچشمہ لوگوں کی ملامت کا خوف ہے۔[11]

عفت و عصمت انسانی زندگی کا بیش بہا جوہر ہے۔ عفت و عصمت کی بات آتے ہی سماج کے لوگوں کے ذہن میں ابھرتا ہے کہ عفت و عصمت کی حفاظت عورت کے لیے ضروری ہے۔ جبکہ اسلام نے ہر مومن مرد و عورت کو اس بات کا پابند بنایا کہ اس کا ہر صورت تحفظ کرے۔ قرآن وحدیث میں بار بار مسلمان مرد و عورت دونوں کو شرم گاہوں کی حفاظت کا حکم دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "وہ اہل ایمان فلاح یاب ہیں جو اپنی نمازوں میں خشوع اختیار کرتے ہیں، لغویات سے کنارہ کش رہتے ہیں، زکاۃ ادا کرتے ہیں، اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرتے ہیں۔"[12]

عفت و عصمت کی حفاظت کی تلقین جہاں کہیں بھی ملتی ہے وہاں مرد و عورت دونوں کا ذکر ملتا ہے۔ اسی طرح جہاں پاکیزہ معاشرے کی تشکیل اور باحیا سماج کی تخلیق کے ذرائع ووسائل کا ذکر ہے وہاں پر مردوں اور خواتین دونوں کو یکساں طور پر مخاطب بھی کیا گیا ہے اور ہدایات بھی دی گئی ہیں۔ حضرت یوسف علیہ السلام کی زندگی کے مختلف واقعات اس پہلو سے نوجوانوں کے لیے ایک عمدہ نمونہ اور بہترین راہِ عمل پیش کرتے ہیں۔[13]

قرآن کریم میں حضرت یوسف علیہ السلام کے پاکدامنی اور عفت کی حفاظت کے بارے یوں بیان کیا گیا:

"وَرَاوَدَتْهُ الَّتِي هُوَ فِي بَيْتِهَا عَن نَّفْسِهِ وَغَلَّقَتِ الْأَبْوَابَ وَقَالَتْ هَيْتَ لَكَ ۚ قَالَ مَعَاذَ اللَّهِ ۖ إِنَّهُ رَبِّي أَحْسَنَ مَثْوَايَ ۖ إِنَّهُ لَا يُفْلِحُ الظَّالِمُونَ"[14]

ترجمہ: "اور جس عورت کے گھر میں تھا وہ اسے پھسلانے لگی اور دروازے بند کر لیے اور کہنے لگی لو آؤ، اس نے کہا اللہ کی پناہ، وہ تو میرا آقا ہے جس نے مجھے عزت سے رکھا ہے، بے شک ظالم نجات نہیں پاتے۔"

عزیزِ مصر کی بیوی کا جو شہوانی جذبات سے مخمور ہو کر آپ کے پیچھے پڑ گئی تھی۔ حالات سنگین تھے کیونکہ آپ کا دن رات کا قیام عزیزِ مصر کے محل میں تھا۔ اس خاتون نے انہیں بہکانے اور پھسلانے کی جان توڑ کوشش کی، یوسف علیہ السلام کو بدکاری پر آمادہ کرنے کے جتن کرتی ہیں۔ ان کی عفت و عصمت کا سب سے بڑا امتحان اس وقت ہوا جب عزیزِ مصر کی بیوی نے گھر کے دروازے بند کر کے انہیں بدکاری کا کھلی دعوت دی۔ حضرت یوسف علیہ السلام نوجوان تھے، اور جنس مخالف کی کشش بھی تھی، ان کے لیے یہ انتہائی کڑی آزمائش تھی۔ مگر حضرت یوسفؑ کے پائے استقلال میں کوئی جنبش نہ ہوئی۔ مگر حضرت یوسف علیہ السلام اس آزمائش میں سرفراز و کامران ثابت ہوئے۔ چنانچہ اس امتحان میں کامیابی کا انعام انہیں یہ دیا گیا کہ اللہ کی تائید و نصرت ان کے شاملِ حال ہو گئی۔[15]

کتاب التکوین میں اس واقعہ کے بارے میں یوں ذکر ہے:

" ان باتوں کے بعد یوں ہوا کہ اس کے آقا کی بیوی کی آنکھ یوسف پر لگی اور اس نے اس سے کہا کہ میرے ساتھ ہم بستر ہو۔ لیکن اس نے انکار کیا اور اپنے آقا کی بیوی سے کہا کہ دیکھ میرے آقا کو خبر بھی نہیں کہ اس گھر میں میرے پاس کیا کیا ہے اور اس نے اپنا سب کچھ میرے ہاتھ میں چھوڑ دیا ہے۔ اس گھر میں مجھ سے بڑا کوئی نہیں ہے اور اس نے تیرے سوا کوئی چیز مجھ سے باز نہیں رکھی کیونکہ تو اس کی بیوی ہے سو بھلا میں کیوں ایسی بڑی بدی کروں اور خدا کا گنہگار بنوں؟ اور وہ ہر چند روز یوسفؑ کے سر ہوتی رہی پر اس نے اس کی بات نہ مانی کہ اس سے ہم بستر ہونے کے لئے اس کے ساتھ لیٹے۔"[16]

تقابل:

قرآن کریم اور کتاب التکوین کی آیات کے ملاحظہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کی عفت و پاکدامنی میں قرآن اور کتاب التکوین دونوں کا اتفاق ہے۔

احسان شناسی:

احسان شناسی اور شکر گزاری اعلیٰ اخلاقی صفت ہے۔ جانوروں تک میں اللہ تعالیٰ نے یہ جذبہ اور وصف رکھا ہے۔ اسلام نے بھی اس جذبے کی بڑی پذیرائی کی ہے۔ اس میں مسلم و غیر مسلم کی کوئی تفریق نہیں۔ سابقہ مذکور واقعہ کو ایک اور جہت سے ہم دیکھیں تو یہ بات واضح ہوتی ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ عزیزِ مصر نے آپ کے ساتھ اچھا سلوک کیا تھا۔ انہیں بازار سے خریدا اور گھر لا کر بیٹے کی طرح پیار سے رکھا۔ ''مصر میں جس شخص نے اسے خریدا اس نے اپنی بیوی سے کہا: ''اس کو اچھی طرح رکھنا، بعید نہیں کہ یہ ہمارے لیے مفید ثابت ہو، یا ہم اسے بیٹا بنا لیں۔''[17]

یہ حضرت یوسفؑ پر اس کا ایک احسان تھا جسے وہ کبھی نہیں بھولے۔ چنانچہ جب عزیزِ مصر کی بیوی نے انہیں زناکاری پر آمادہ کرنا چاہا تو خوفِ الٰہی کے بعد اس حرکت سے روکنے والا ایک طاقتور جذبہ یہی محسن کی احسان شناسی کا جذبہ تھا۔ گویا حضرت یوسف کہنا چاہ رہے ہیں کہ اگر میں تمہارے بہکاوے میں آکر اس برائی کا ارتکاب کر لیتا ہوں تو یہ اللہ رب العالمین کی بھی ناشکری ہو گی جس نے میری پرورش و پرداخت کا اتنا اچھا انتظام فرمایا ہے اور صاحبِ بیت کے تئیں بھی کفرانِ نعمت اور ناسپاسی ہو گی جس نے میرا اکرام و اعزاز کیا اور مجھے اولاد کی طرح اپنے گھر میں رکھا۔ حضرت یوسفؑ کی محسن شناسی اور سپاس گزاری کے رویے سے مسلمان اقلیتوں کو یہ سیکھ ملتی ہے کہ وہ بھی اس

دنیاوی زندگی میں اپنے محسنین کے ساتھ اعلیٰ اخلاق کا ثبوت دیں، ان کے شکر گزار بنیں اور ان کی خوبیوں کا اعتراف کریں۔[18]

اللہ تعالیٰ فرماتے ہے: "هَلْ جَزَاءُ الْإِحْسَانِ إِلَّا الْإِحْسَانُ"[19]

ترجمہ: ''احسان کا بدلہ احسان کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے؟''

کتاب التکوین میں حضرت یوسف کی احسان شناسی کو ان الفاظ میں لکھا گیا ہے:

" اپنے آقا کی بیوی سے کہا کہ دیکھ میرے آقا کو خبر بھی نہیں کہ اس گھر میں میرے پاس کیا کیا ہے اور اس نے اپنا سب کچھ میرے ہاتھ میں چھوڑ دیا ہے، اس گھر میں مجھ سے بڑا کوئی نہیں ہے اور اس نے تیرے سوا کوئی چیز مجھ سے باز نہیں رکھی کیونکہ تو اس کی بیوی ہے سو بھلا میں کیوں ایسی بڑی بدی کروں اور خدا کا گناہگار بنوں؟"[20]

تقابل:

قرآن کریم اور کتاب التکوین کا اس بات مکمل اتفاق ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام میں احسان شناسی اور شکر گزاری اعلیٰ اخلاقی صفت موجود تھی، جس کی وجہ سے حضرت یوسف علیہ السلام اس کی خیانت سے باز رہے۔

صبر یوسف علیہ السلام:

مصر کے سیاسی اشرافیہ اور حکمراں طبقے کی حالت اس وقت اخلاقی لحاظ سے بڑی ابتر اور دگرگوں تھی، جب ایسے طبقے کی خواتین کو عزیز مصر کی صورت حال معلوم ہوئی تو انہوں نے اسے ملامت کرنا شروع کر دیا کہ ایک غلام کے ساتھ اس نے میلان کیوں رکھا، جس کے بعد عزیز مصر کی بیوی اشرافیہ طبقے کی خواتین کی دعوت کی اور انہیں اپنے پاس بلایا، دعوت کے اس موقع پر اس نے حضرت یوسف علیہ السلام کو ان کے سامنے آنے کو کہا، مجلس میں حاضر بیگمات مصر نے جب انہیں دیکھا، تو خود بھی اسی کی طلب میں لگ گئیں، اور عزیز مصر کی بیوی کی ہاں میں ہاں ملانے لگتی ہیں۔ پہلے ایک عزیز مصر کی طرف سے آزمائش تھی، اب باقی خواتین بھی دعوت گناہ دینے لگیں، بصورت دیگر جیل کی دھمکی دی جانے لگی۔[21] ایسے میں حضرت یوسف علیہ السلام نے صبر جمیل سے کام لیا، اور اپنی عفت کی حفاظت کی، چنانچہ قرآن کریم نے حضرت یوسفؑ کے صبر کو یوں بیان کیا:

"قَالَ رَبِّ السِّجْنُ اَحَبُّ اِلَيَّ مِمَّا يَدْعُوْنَنِيْٓ اِلَيْهِ ۚ وَاِلَّا تَصْرِفْ عَنِّيْ كَيْدَهُنَّ اَصْبُ اِلَيْهِنَّ وَاَكُنْ مِّنَ الْجٰهِلِيْنَ"[22]

ترجمہ: "یوسف نے کہا اے میرے رب میرے لیے قید خانہ بہتر ہے اس کام سے کہ جس کی طرف مجھے بلا رہی ہیں، اور اگر تو مجھ سے ان کا فریب دفع نہ کرے گا تو ان کی طرف مائل ہو جاؤں گا اور جاہلوں میں سے ہو جاؤں گا۔"

یہ دور حضرت یوسف علیہ السلام کے لیے کس قدر ابتلاء کا دور تھا۔ پہلے ایک خاتون ان کے پیچھے پڑی تھی۔ اب شہر بھر کے رؤسا کی حسین و جمیل بیگمات آپ کے پیچھے پڑ گئیں جو زبانی تو سیدنا یوسف کو زلیخا کی بات مان لینے اور قید سے بچ جانے کی تلقین کر رہی تھیں مگر حقیقتاً ان میں سے ہر ایک انھیں اپنی طرف مائل کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔ آپ کا شہر میں آزادانہ چلنا پھرنا بھی مشکل ہو گیا تھا۔ اب آپ کے سامنے دو ہی راستے رہ گئے تھے۔ ایک یہ کہ ان عورتوں کی بات مان لیں اور دوسرے یہ کہ قید ہونا گوارا کر لیں۔[23]

کتاب التکوین میں یوں ذکر ہے:

" جب اس کے آقا نے اپنی بیوی کی وہ باتیں جو اس نے اس سے کہیں سن لیں کہ تیرے غلام نے مجھ سے ایسا ایسا کیا تو اس کا غضب بھڑکا۔ اور یوسف کے آقا نے اس کو لے کر قید خانہ میں جہاں بادشاہ کے قیدی بند تھے ڈال دیا۔ یونہی یوسف کیلئے ترقی کرنے میں استقلال کا آغاز ہوا، ایک اور سازش یوسف کے خلاف اُٹھ کھڑی ہوئی اور اُسے قید میں ڈال دیا گیا تاہم یہاں بھی خداوند اُس کے ساتھ تھا اور اُس پر اُس نے اپنا رحم دکھایا"[24]

تقابل:

قرآن کریم اور کتاب التکوین کا اس پر اتفاق ہے انہوں نے اپنے دین، عقیدے اور اخلاق و کردار کی حفاظت کی خاطر تعیشات بھری زندگی کو لات مار دی۔ سہولتوں سے دست بردار ہو گئے، بلکہ جب انہیں محسوس ہوا کہ دین و ایمان بچانے کے لیے محل کے مخملیں گدوں کے بجائے جیل کی کال کوٹھری کا ٹھنڈا فرش ٹھیک رہے گا تو اس کے لیے دعا فرمائی اور قید و بند کی صعوبتیں جھیلنے کے لیے کمربستہ ہو گئے۔ صرف ماہ دو ماہ نہیں، بلکہ سالہا سال نذرِ زنداں رہے، اور صبر سے کام لیتے رہے۔

حسن یوسف علیہ السلام:

حضرت یوسف علیہ السلام کا حسن ضرب المثل ہے، اللہ تعالیٰ نے ان کو بے حد حسین بنایا تھا، قرآن کریم نے ان کے حسن کے بارے ایک واقعہ بیان کیا جس سے ان کے حسن کی طرف اشارہ ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"فَلَمَّا سَمِعَتْ بِمَكْرِهِنَّ اَرْسَلَتْ اِلَيْهِنَّ وَاَعْتَدَتْ لَهُنَّ مُتَّكَاً وَّاٰتَتْ كُلَّ وَاحِدَةٍ مِّنْهُنَّ سِكِّيْنًا وَّقَالَتِ اخْرُجْ عَلَيْهِنَّ ۚ فَلَمَّا رَاَيْنَهٗ اَكْبَرْنَهٗ وَقَطَّعْنَ اَيْدِيَهُنَّ وَقُلْنَ حَاشَ لِلّٰهِ مَا هٰذَا بَشَرًا ۭ اِنْ هٰذَآ اِلَّا مَلَكٌ كَرِيْمٌ "[25]

ترجمہ: "پھر جب عزیز کی بیوی نے ان کی ملامت سنی تو انہیں بلا بھیجا اور ان کے واسطے ایک مجلس تیار کی اور ان میں سے ہر ایک کے ہاتھ میں ایک چھری دی اور (یوسف سے) کہا کہ ان کے سامنے نکل آ، پھر جب انہوں نے اسے دیکھا تو حیرت میں رہ گئیں اور اپنے ہاتھ کاٹ لیے اور کہا اللہ پاک ہے یہ انسان تو نہیں ہے، یہ تو کوئی بزرگ فرشتہ ہے"۔ مفسر ابن کثیر اس آیت کے ذیل میں لکھتے ہیں کہ زلیخا کو مصر کی اشرافیہ طبقے کی خواتین کی غائبانہ باتوں اور طعن و ملامت پہنچ رہی تھی جن اس نے مکر سے تعبیر کیا گیا، جس کی وجہ سے بعض مفسرین نے یہ لکھا ہے کہ ان عورتوں کو بھی یوسف کے بے مثال حسن و جمال کی اطلاعات پہنچ چکی تھیں۔ غائبانہ تعارف سن کر وہ بھی اس کی مشتاق ہوئیں کہ وہ اس پیکر حسن کو دیکھنا چاہتی تھیں چنانچہ وہ اپنے اس مکر خفیہ تدبیر میں کامیاب ہو گئیں اور زلیخا نے یہ بتلانے کے لیے کہ میں جس پر فریفتہ ہوئی ہوں، محض ایک غلام یا عام آدمی نہیں ہے بلکہ ظاہر و باطن کے ایسے حسن سے آراستہ ہے کہ اسے دیکھ کر نقد دل و جان ہار جانا کوئی انہونی بات نہیں، لہذا ان عورتوں کی ضیافت کا اہتمام کیا اور انھیں دعوت بعام دی۔ ایسی نشست گاہیں بنائیں جن میں تکیے لگے ہوئے تھے، جیسا کہ آج کل بھی عربوں میں ایسی فرشی نشست گاہیں عام ہیں۔ حتی کہ ہوٹلوں اور ریستورانوں میں بھی ان کا اہتمام ہے۔۔ حضرت یوسف کو پہلے چھپائے رکھا، جب سب عورتوں نے ہاتھوں میں چھریاں پکڑ لیں تو زلیخا نے حضرت یوسف کو مجلس میں حاضر ہونے کا حکم دیا۔ جب حضرت یوسف ان کے سامنے آئے تو حسن یوسف کی جلوہ آرائی دیکھ کر ایک تو ان کے عظمت و جلال شان کا اعتراف کیا اور دوسرے، ان پر بے خودی کی ایسی کیفیت طاری ہوئی کہ چھریاں اپنے ہاتھوں پر چلالیں۔ جس سے ان کے ہاتھ زخمی اور خون آلودہ ہو گئے۔[26]

اہل کتاب بھی حضرت یوسف کے بے مثال حسن کے معترف ہیں، چنانچہ کتاب التکوین میں حضرت یوسف علیہ السلام کے حسن کے بارے میں یوں ذکر ہے:

"اور یوسف خوبصورت اور حسین تھا۔"[27]

تقابل:

تورات میں اگرچہ مصر کے اشرافیہ طبقے کی خواتین کے واقعے کا ذکر نہیں ملتا، تاہم قرآن کریم اور کتاب التکوین کا اس پر اتفاق ہے کہ حضرت یوسف السلام کو اللہ تعالیٰ نے بے حد حسن سے نوازا تھا۔

صداقت یوسف علیہ السلام:

سچائی ایک ایسی بہترین خصلت ہے جس سے ایمان اور اسلام کی تکمیل ہوتی ہے۔کیونکہ اللہ تعالی نے اس کا حکم دیا ہے اور اس سے متصف ہونے والوں کی تعریف فرمائی ہے۔ یہ ایک ایسی خصلت ہے کہ جو اس سے متصف ہوتا ہے اس کے لیے نجات کا باعث ہوتی ہے اور اس کے لیے وہ زینت، تاج اور وقار ہوتی ہے۔اس کے برعکس کذب ایک بڑی خیانت کا عنوان ہے اور نفاق کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے۔یہ بندے کو اللہ سے دور کرتی ہے۔اللہ تعالی نے جن اوصاف حمیدہ کا حکم دیا ہے ان میں سے ایک صدق ہے، صدق وسچائی اللہ تعالی، انبیائے کرام علیہم السلام، بالخصوص خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم، ملائکہ، اولیاء وصلحاء اور ہر منصف مزاج سلیم الفطرت شخص کا درجہ بدرجہ مشترکہ وصف ہے۔اپنی اہمیت کے حوالے سے صرف مسلمان ہی نہیں بلکہ ہر انسان خواہ وہ مومن ہو یا کافر، مسلم ہو یا غیر مسلم، نیک ہو یا بد، حاکم ہو یا رعایا، والدین ہوں یا اولاد الغرض زندگی کے ہر شعبے سے تعلق رکھنے والے کے لیے انتہائی ضروری ہے۔

انسانی معاشرے کا امن وسکون، راحت وچین اور اس کی تعمیر وترقی کی بنیاد صدق پر ہے۔اللہ تعالی کی سچی کتاب قرآن کریم کے متعدد مقامات پر صدق وسچائی، سچ بولنے والے مرد وعورت کی فضیلت، صادقین کا مصداق، آخرت میں صادقین کے انعام واکرام، ان کے مقام ومرتبہ، مخلوق میں مقبولیت اور سب سے بڑھ کر خالق کے ہاں ان کی محبوبیت کا تذکرہ موجود ہے۔قرآن وسنت کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ صدق کا مفہوم بہت وسیع ہے۔یہ صرف قول کی سچائی میں منحصر نہیں بلکہ قول کے ساتھ ساتھ فعل اور اعتقاد میں بھی سچائی کو شامل ہے۔[28]

"يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ "[29]

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ ہو جاؤ۔

اس صدق کی نسبت نبیوں اور رسولوں کی طرف کرتے ہوئے اللہ تعالی نے فرمایا:

"وَالَّذِي جَاءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهِ أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ"[30]

"اور جو سچے دین کو لائے اور جس نے اس کی تصدیق کی یہی لوگ پارسا ہیں۔"

قرآن کریم کے مطالعہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے زندگی کے ہر موقع پر سچ بولا اور سچائی سے کام لیا، چنانچہ بچپن میں جو خواب اپنے والد سے ذکر کیا تھا، اس میں وہ سچے تھے، جوانی میں جب ان پر عزیز مصر کی بیوی نے تہمت لگائی تو اس موقع پر حضرت ہوسف علیہ السلام نے سچائی سے کام لیا، اور جو حقیقت تھی وہ ان کو بتلائی۔[31] چنانچہ الفاظِ قرآن یوں ہیں:

"وَإِنْ كَانَ قَمِيصُهُ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ فَكَذَبَتْ وَهُوَ مِنَ الصَّادِقِينَ. فَلَمَّا رَأَىٰ قَمِيصَهُ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ قَالَ إِنَّهُ مِنْ كَيْدِكُنَّ إِنَّ كَيْدَكُنَّ عَظِيمٌ"[32]

ترجمہ: "اور اگر اس کا کرتہ پیچھے سے پھٹا ہوا ہے تو یہ جھوٹی ہے اور وہ سچا ہے۔پھر جب عزیز نے اس کا کرتہ پیچھے سے پھٹا ہوا دیکھا تو کہا بے شک یہ تم عورتوں کا ایک فریب ہے، بے شک تمہارا فریب بڑا ہوتا ہے۔"

حضرت یوسف علیہ السلام نے خوابوں کی تعبیر بھی اپنے علم کے مطابق جو بتائی تھی وہ بالکل اسی کے مقافق نکلی[33]۔اسی وجہ سے خواب کی تعبیر پوچھنے والے "صاحب السجن" نے حضرت یوسف کو "ایہا الصدیق" کہہ کر مخاطب کیا، کتاب التکوین صداقتِ یوسف علیہ السلام میں قرآنی آیات کے ساتھ اتفاق کرتی ہے۔[34]

حلم وتواضع:

"تحمل" کا لفظ "حمل" سے بنا ہے، جس کے معنی "بوجھ اٹھانا"، "برداشت کرنا"، "بُردباری کا مظاہرہ کرنا" اور "نرمی اختیار کرنا" کے ہیں۔اسلامی اصطلاح میں ناگوار باتوں میں برداشت سے کام لینا اور ناموافق حالات میں نرمی اور تواضع کا اظہار کرنا" تحمل" کہلاتا ہے۔اسی معنی میں "حلم"، بمعنی "بُردبار" بھی استعمال کیا جاتا ہے۔[35]

صبر و تحمل تقریباً ہم معنیٰ الفاظ ہیں۔ صبر میں غصہ اور اشتعال کو روکا جاتا ہے اور تحمل میں غصہ اور اشتعال کو برداشت کیا جاتا ہے۔ گویا یہ دونوں لازم و ملزوم ہیں اور دونوں بیک وقت کارفرما ہوتے ہیں۔ تحمل و برداشت کے سلسلے میں ایک لطیف نکتہ یہ ہے کہ انتقام کی قدرت نہ ہونے اور انتقام نہ لے سکنے کی مجبوری و کمزوری کا نام تحمل نہیں ہے بلکہ انتقام کی پوری طاقت رکھنے کے باوجود غصے کو پی جانا اور عفو و درگزر سے کام لینا ہی ''تحمل'' کہلاتا ہے۔[36]

اللہ تبارک وتعالی کی بے شمار صفات میں سے ایک صفت ''حلم'' بھی ہے۔ اللہ تعالی اپنے بندوں پر بہت مہربان اور حلیم ہے اور اپنے بندوں کے گناہوں، خطاؤں، لغزشوں اور غلطیوں سے صرفِ نظر فرما کر معاف فرما دیتا ہے۔ اللہ تعالی ہر قسم کی قوت و طاقت کا منبع ہے، جزا و سزا دینے پر مکمل قدرت رکھتا ہے لیکن اپنی شانِ کریمی کی وجہ سے وہ اپنے بندوں کو سزا نہیں دیتا بلکہ معاف فرما دیتا ہے اور اپنے بندوں کی غلطیوں، گناہوں اور کوتاہیوں پر گرفت نہیں فرماتا بلکہ مہلت اور ڈھیل دے کر گناہوں اور غلطیوں سے باز آنے اور اپنی اصلاح کرنے کا موقع عطا فرماتا ہے، یہ سب اس کی شانِ حلم کی وجہ سے ہے۔ اللہ تعالی کو اپنے بندوں میں عجز و انکساری اور صبر و تحمل کا وصف بہت پسند ہے، اسی وجہ سے رب تعالی نے "عباد الرحمٰن" کے اوصاف میں اسے بطور خاص ذکر فرمایا۔[37]

شمائلِ یوسف علیہ السلام میں " تحمل و تواضع "کا وصف بہت اہمیت رکھتا ہے، اس ان کی زندگی میں ایک نمایاں وصف کے طور پر کئی مقام پر نظر آتا ہے، چنانچہ عزیز مصر کی بیوی اور مصر کے خواتین کے ورغلانے اور دھمکانے کے باوجود اللہ تعالی نے ان کی حفاظت فرمائی، انہوں نے جیل جانی کی دعا کی، اور جب فرعونِ مصر اور دیگر لوگوں کے سامنے یہ عقدہ کھلا کہ حجرت یوسف تو جیل میں بے گناہ تھے، تو اس موقع پر حضرت یوسف کے الفاظ کو قرآن نے یوں نقل کیا:

"وَمَآ أُبَرِّئُ نَفۡسِيٓۚ إِنَّ ٱلنَّفۡسَ لَأَمَّارَةُۢ بِٱلسُّوٓءِ إِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّيٓۚ إِنَّ رَبِّي غَفُورٞ رَّحِيمٞ"[38]

ترجمہ: "اور میں اپنے نفس کو پاک نہیں کہتا، بے شک نفس تو برائی سکھاتا ہے مگر جس پر میرا رب مہربانی کرے، بے شک میرا رب بخشنے والا مہربان ہے۔"

حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنی براءت پر بہت زیادہ زور دیا۔ ممکن تھا کوئی سطحی آدمی اس سے فخر و ناز اور غرور اعجاب کا شبہ کرنے لگتا اس لئے اپنی نزاہت کی حقیقت کھول دی کہ میں کوئی شیخی نہیں مارتا نہ پاک صاف رہنے میں اپنے نفس پر بھروسہ کر سکتا ہوں۔ محض خدا کی رحمت و اعانت ہے جو کسی نفس کو برائی سے روکتی ہے۔ یہی رحمت خصوصی عصمت انبیاء علیہم السلام کی کفیل و ضامن ہے۔ ورنہ نفس انسانی کا کام عموماً برائی کی ترغیب دینا تھا۔ یہ ان کی عاجزی و تواضع تھا کہ گناہ سے پاک رہنے کے باوجود اپنے نفس کو پاک نہیں کہا، اور گناہ سے بچاؤ کو رب کا رحم و کرم قرار دیا۔[39]

حضرت یوسف علیہ السلام نے یہ الفاظ اس موقع پر ادا کیے جب بادشاہ وقت کے سامنے حضرت یوسف علیہ السلام کی بے گناہی کا معاملہ واضح ہوا، کیونکہ بادشاہ کچھ تو پہلے ہی ساقی کے تذکرے سے حضرت یوسف علیہ السلام کا معتقد ہو گیا تھا۔ اب جو ایسی موزوں و دلنشین تعبیر اور رعایا کی ہمدردی کی تدبیر سنی تو ان کے علم و فضل، عقل و دانش اور حسن اخلاق کا سکہ اس کے دل پر بیٹھ گیا۔ تب اس بادشاہ نے حضرت یوسف کی رہائی کا آڈر جاری کیا، اور فوراً حکم دیا کہ ایسے شخص کو میرے پاس لاؤ، تا اس کی زیارت سے بہرہ اندوز ہوں اور اس کے مرتبہ اور قابلیت کے موافق عزت کروں قاصد پیام شاہی لے کر حضرت یوسف علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ مگر یوسف علیہ السلام کی نظر میں اپنی دینی و اخلاقی پوزیشن کی برتری اور صفائی اعلیٰ سے اعلیٰ دنیوی عزت و وجاہت سے زیادہ مہم تھی۔ آپ علیہ السلام بخوبی جانتے تھے کہ پیغمبر خدا کی نسبت لوگوں کی تھوڑی سی بدگمانی بھی ہدایات وارشاد کے کام میں بڑی بھاری رکاوٹ ہے۔ لہذا اگر آج میں بادشاہی فرمان کی وجہ سے چپ چپاتے، بغیر تحقیق احوال کے قید خانہ سے نکل گیا اور جس جھوٹی تہمت کی وجہ سے میں سالہا سال قید و بند کی مصائب اٹھائیں اس کا قطعی طور پر استیصال نہ ہوا تو بہت ممکن ہے کہ بہت سے ناواقف لوگ میری عصمت کے متعلق تردد اور شبہ میں پڑے رہ جائیں اور حاسدین کچھ زمانہ کے بعد ان ہی بے اصل اثرات سے فائدہ اٹھا کر کوئی اور منصوبہ میرے خلاف کھڑا کر دیں۔[40]

خواتین کے ہاتھ کاٹنے اور ان کے ورغلانے اور اپنے جیل میں آمد کی وجوہات کی تحقیق پر اصرار ان مصالح پر نظر کرتے ہوئے آپ نے حکم شاہی کے امتثال میں جلدی نہ کی بلکہ نہایت صبر و استقلال کا مظاہرہ کرتے ہوئے قاصد کو کہا کہ تو اپنے مالک سے واپس جا کر دریافت کر کہ تجھ کو ان خواتین کے قصہ کی کچھ حقیقت معلوم ہے جنہوں نے دعوت کے موقع پر اپنے ہاتھ کاٹ لئے تھے۔ حضرت یوسف علیہ السلام کو ان عورتوں کے ناموں کی تفصیل کہاں معلوم ہو گی۔ کہ خیال کیا ہو گا کہ ایسا واقعہ

ضرور عام شہرت حاصل کر چکا ہے۔اس لئے واقعہ کے ایک ممتاز جز (ہاتھ کاٹنے) کو ظاہر کر کے بادشاہ کو توجہ دلائی کہ اس مشہور و معروف قصہ کی تفتیش و تحقیق کرے۔ غالباًاب وہ عورتیں بتلادیں گی کہ تقصیر کس کی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحیحین کی حدیث میں حضرت یوسف علیہ السلام کے کمال صبر و تحمل کی اس طرح داد دی ہے۔" لَوْ لَبِثْتُ فِي السِّجْنِ مَا لَبِثَ يُوسُفُ لَأَجَبْتُ الدَّاعِيَ"[41]

ترجمہ: اگر میں اتنی مدت قید میں رہتا جتنا یوسف علیہ السلام رہے تو بلانے والے کی اجابت کرتا یعنی فوراً ساتھ ہو لیتا"۔

محققین کہتے ہیں کہ اس میں حضرت یوسف علیہ السلام کے صبر و تحمل کی تعریف اور لطیف رنگ میں اپنی عبودیت کاملہ کا اظہار ہے۔دوسرے موقع پر جب اللہ تعالیٰ نے ان کو ملک مصر میں مملکت کی قوت وطاقت اور عہدہ دیا، اور پھر قحط سالی کے دنوں میں ان کے بھائی کئی مواقع پر ان کے سامنے آئے، اور آخری بار تو ان کو واضح بتایا کہ میں تمہارا بھائی یوسف ہوں، تو ان کے بھائیوں نے اپنے فعل پر ندامت کا اظہار کیا، اور حضرت یوسف علیہ السلام نے حلم سے کام ہوئے قدرت کے باوجود ان کو معاف کیا،[42] چنانچہ قرآن کریم کے الفاظ درج ذیل ہیں:

"قَالُوٓا۟ أَءِنَّكَ لَأَنتَ يُوسُفُ ۖ قَالَ أَنَا۠ يُوسُفُ وَهَٰذَآ أَخِى ۖ قَدْ مَنَّ ٱللَّهُ عَلَيْنَآ ۖ إِنَّهُۥ مَن يَتَّقِ وَيَصْبِرْ فَإِنَّ ٱللَّهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ ٱلْمُحْسِنِينَ. قَالُوا۟ تَٱللَّهِ لَقَدْ ءَاثَرَكَ ٱللَّهُ عَلَيْنَا وَإِن كُنَّا لَخَٰطِـِٔينَ. قَالَ لَا تَثْرِيبَ عَلَيْكُمُ ٱلْيَوْمَ ۖ يَغْفِرُ ٱللَّهُ لَكُمْ ۖ وَهُوَ أَرْحَمُ ٱلرَّٰحِمِينَ"[43]

ترجمہ: "انہوں نے کہا کیا تو ہی یوسف ہے، کہا میں ہی یوسف ہوں اور یہ میرا بھائی ہے، اللہ نے ہم پر احسان کیا، بے شک جو ڈرتا ہے اور صبر کرتا ہے تو اللہ بھی نیکوں کا اجر ضائع نہیں کرتا۔انہوں نے کہا اللہ کی قسم البتہ تحقیق اللہ نے تمہیں ہم پر بزرگی دی اور بے شک ہم غلط کار

تھے۔کہا آج تم پر کوئی الزام نہیں، اللہ تمہیں بخشے، اور وہ سب سے زیادہ مہربان ہے۔"

کتاب التکوین میں حضرت یوسف علیہ السلام کے شمائل میں اس وصف کو یوں کیا گیا ہے:

"اور وہ آپس میں کہنے لگے کہ ہم دراصل اپنے بھائی کے سبب سے مجرم ٹھہرے ہیں کیونکہ جب اس نے ہم سے منت کی تو ہم نے یہ دیکھ کر بھی کہ اس کی جان کیسی مصیبت میں ہے اسکی نہ سنی۔ اسی لئے یہ مصیبت ہم پر آپڑی ہے۔ تب روبن بول اٹھا کیا میں نے تم سے نہ کہا تھا کہ اس بچے پر ظلم نہ کرو اور تم نے نہ سنا۔ سو دیکھ لو۔ اب اسکے خون کا بدلہ لیا جاتا ہے۔ اور ان کو معلوم نہ تھا کہ یوسف ان کی باتیں سمجھتا ہے اس لئے کہ ان کے درمیان ایک ترجمان تھا۔ تب وہ انکے پاس سے ہٹ گیا اور رویا اور پھر انکے پاس آکر ان سے باتیں کیں اور ان میں سے شمعون کو لے کر ان کی آنکھوں کے سامنے اسے بند ھوا دیا۔[44]"

کتاب التکوین کے دوسرے مقام پر یوں ذکر ہے:

"تب یوسف ان کے آگے جو اس کے پاس کھڑے تھے اپنے آپ کو ضبط نہ کر سکا اور چلا کر کہا ہر ایک آدمی کو میرے پاس سے باہر کردو۔ چنانچہ جب یوسف نے اپنے آپ کو اپنے بھائیوں پر ظاہر کیا اس وقت اور کوئی اس کے ساتھ نہ تھا۔ اور وہ چلا چلا کر رونے لگا اور مصریوں نے سنا اور فرعون کے محل میں بھی آواز گئی۔ اور یوسف نے اپنے بھائیوں سے کہا کہ میں یوسف ہوں۔ کیا میرا باپ اب تک جیتا ہے؟ اور اس کے بھائی اسے کچھ جواب نہ دے سکے کیونکہ وہ اسکے سامنے گھبرا گئے۔ اور یوسف نے اپنے بھائیوں سے کہا ذرا نزدیک آجاؤ اور وہ نزدیک آئے۔ تب اس نے کہا میں تمہارا بھائی یوسف ہوں جسکو تم نے بیچ کر مصر پہنچوایا۔ اور اس بات سے کہ تم نے مجھے بیچ کر یہاں

پہنچوایا نہ تو غمگیں ہو اور نہ اپنے اپنے دل میں پریشان ہو کیونکہ خدا نے جانوں کو بچانے کے لئے مجھے تم سے آگے بھیجا۔ "[45]

تقابل:

قرآن کریم اور عہد نامہ عتیق کی کتاب التکوین حضرت یوسف علیہ السلام کے اس وصف کو نمایاں طور پر ذکر کرتے ہیں، اور اس میں دونوں کتابوں کا اتفاق ہے۔

احساس ذمہ داری:

قوم کا سربراہ اس کا ذمہ دار ہوتا ہے۔اس کی خیر خواہی کرنا، ہر طرح کی ضرویات کا خیال رکھنا اور اس کی بہتری کی فکر کرنا، اس کی ذمہ داری ہی نہیں بلکہ عین فرض منصبی ہے۔اسے اس کا احساس ضروری ہے۔ قوم کے رہبر ورہ نما کی حیثیت ایک خادم کی سی ہوتی ہے۔ وہ اپنے اس فرض منصبی کو صحیح طریقہ سے انجام دے تو رعایا اور اس کے ماتحت افراد خوشحال ہوں گے، جانثاری کے جذبے کے ساتھ اپنا ہر طرح کا تعاون پیش کریں گے۔ لیکن اگر اس کے برعکس سربراہ اگر خود کو قوم کا خادم تصور کرنے اور اس کی فلاح وبہبود کا خیال رکھنے کے بجائے مخدوم سمجھ بیٹھے اور آرائش وآسائش کی زندگی کو مقصد بنالے۔[46]

ارشاد نبوی ﷺ ہے:

"كلكم راع وكلكم مسؤل عن رعيته"[47]

تم میں کا ہر شخص ذمہ دار ہے، ہر ایک سے اس کی رعیت کے سلسلے میں باز پرس ہوگی۔

پیغمبر سے بڑھ کر امت کا خیر خواہ اور ذمہ دار اور کون ہو سکتا ہے، یہی وجہ ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے شمائل میں "احساس ذمہ داری" کا وصف بطور خاص نظر آتا ہے، یہ احساس ذمہ داری تھی کہ عزیز مصر نے اسے گھر کی رکھوالی اور خدمت کی ذمہ داری دی تو حضرت یوسف نے اسی احساس ذمہ داری کا خیال رکھا، اور اس کی امانت میں خیانت سے باز رہے۔ اس کے بعد حضرت یوسف علیہ السلام جیل گئے تو وہاں پر ان کا یہ وصف ابھر کر سامنے آیا جب ان کے جیل دو ساتھیوں نے ان سے خواب کی تعبیر پوچھی، حضرت یوسف علیہ السلام چونکہ پیغمبر تھے، ان کے سامنے اصل اور ضروری امر ان کے عقائد کی اصلاح تھی، کہ وہ ابدی اور دائمی نقصان سے بچ جائیں اور عقائد کی درستگی کرلیں، اسی احساس ذمہ داری کے تحت حضرت یوسف علیہ السلام نے ان کو خواب کی تعبیر بعد میں بتلائی اور اس سے پہلے ان کو مسئلہ توحید اچھی طرح سمجھایا۔[48]

چنانچہ قرآن کے الفاظ یوں ہیں:

" يَا صَاحِبَيِ السِّجْنِ ءَأَرْبَابٌ مُّتَفَرِّقُونَ خَيْرٌ أَمِ اللَّهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ، مَا تَعْبُدُونَ مِن دُونِهِ إِلَّا أَسْمَاءً سَمَّيْتُمُوهَا أَنتُمْ وَآبَاؤُكُم مَّا أَنزَلَ اللَّهُ بِهَا مِن سُلْطَانٍ ۚ إِنِ الْحُكْمُ إِلَّا لِلَّهِ ۚ أَمَرَ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ ۚ ذَٰلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ "[49]

ترجمہ: "اے قید خانہ کے رفیقو! کیا کئی جدا جدا معبود بہتر ہیں یا اکیلا اللہ جو زبردست ہے۔ تم اس کے سوا کچھ نہیں پوجتے مگر چند ناموں کو جو تم نے اور تمہارے باپ داداؤں نے مقرر کر لیے ہیں اللہ نے ان کے متعلق کوئی سند نہیں اتاری، حکومت سوائے اللہ کے کسی کی نہیں ہے، اس نے حکم دیا ہے کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو، یہی سیدھا راستہ ہے لیکن اکثر آدمی نہیں جانتے۔"

کتاب التکوین کے حضرت یوسف علیہ السلام کے احساس ذمہ داری کے وصف کو درج الفاظ میں ذکر کیا گیا ہے:

" چنانچہ یوسف اس کی نظر میں مقبول ٹھہرا اور وہی اس کی خدمت کرتا تھا اور اس نے اسے اپنے گھر کا مختار بنا کر اپنا سب کچھ اسے سونپ دیا۔ اور جب اس نے اسے اپنے گھر کا اور اپنے سارے مال کا مختار بنایا تو خداوند نے اس مصری کے گھر میں یوسف کی خاطر برکت بخشی اور اس کی سب چیزوں پر جو گھر میں اور کھیت میں تھیں خداوند کی برکت ہونے لگی۔ اور اس نے اپنا سب کچھ یوسف کے ہاتھ میں چھوڑ دیا اور سوا روٹی کے جسے وہ کھا لیتا تھا اسے اپنی کسی چیز کا ہوش نہ تھا۔ [50]"

تقابل:

احساس ذمہ داری کے وصف میں قرآن کریم اور عہد عتیق کی کتاب التکوین کا اتفاق ہے، تاہم دونوں کتابوں کے مختلف واقعات سے یہ ثابت ہوتا ہے، جیسا کہ ما قبل بیان ہو چکا ہے۔

وزراتِ یوسف علیہ السلام:

اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کو ایک خادم اور قیدی کی حیثیت سے اٹھا کر مملکت کی حکمرانی عطا فرمائی، تاریخ میں ایسی مثالیں شاذ و نادر ہی ملتی ہیں جن میں کسی انسان نے اس حد تک ترقی کی ہو[51]۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے اسے درج ذیل الفاظ میں ذکر فرمایا ہے:

"وَكَذٰلِكَ مَكَّنَّا لِيُوسُفَ فِي الْأَرْضِ يَتَبَوَّأُ مِنْهَا حَيْثُ يَشَاءُ ۚ نُصِيبُ بِرَحْمَتِنَا مَنْ نَشَاءُ ۖ وَلَا نُضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ"[52]

ترجمہ: اور ہم نے اس طور پر یوسف کو اس ملک میں بااختیار بنا دیا کہ اس میں جہاں چاہے رہے، ہم جس پر چاہیں اپنی رحمت متوجہ کر دیں، اور ہم نیکی کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں کرتے۔

اس بات کو کتاب التکوین میں درج ذیل الفاظ میں ذکر کیا گیا ہے:

" یہ بات فرعون اور اس کے سب خادموں کو پسند آئی۔ سو فرعون نے اپنے خادموں سے کہا کہ کیا ہم کو ویسا آدمی جیسا یہ ہے جس میں خدا کی روح ہے مل سکتا ہے؟ اور فرعون نے یوسف سے کہا چونکہ خدا نے تجھے یہ سب کچھ سمجھا دیا ہے اسلئے تیری مانند دانشمند اور عقلمند کوئی نہیں۔ سو تو میرے گھر کا مختار ہوگا اور میری ساری رعایا تیرے حکم پر چلے گی۔ فقط تخت کا مالک ہونے کے سبب سے میں بزرگ تر ہوں گا۔ اور فرعون نے یوسف سے کہا کہ دیکھ میں تجھے سارے ملک مصر کا حاکم بناتا ہوں ۔ اور فرعون نے اپنی انگشتری اپنے ہاتھ سے نکال کر یوسف کے ہاتھ میں پہنا دی اور اسے باریک کتان کے لباس میں آراستہ کروا کر سونے کا طوق اس کے گلے میں پہنایا ۔ اور اس نے اسے اپنے دوسرے رتھ میں سوار کرا کر اسکے آگے آگے یہ منادی کروادی کہ گھٹنے ٹیکو اور اس نے اسے سارے ملک مصر کا حاکم بنا دیا۔ اور فرعون نے یوسف سے کہا میں فرعون ہوں اور تیرے حکم کے بغیر کوئی آدمی اس سارے ملک مصر میں اپنا ہاتھ یا پاؤں ہلانے نہ پائے گا۔ "[53]

تقابل:

قرآن کریم اور کتاب التکوین تعلیمات سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کو ملک مصر میں عہدہ عطا کیا تھا، تاہم کتاب التکوین میں اس عہدے کی وضاحت اور تفصیل ملتی ہے جس کا ذکر اوپر بیان ہو چکا ہے۔

سخاوت واحسانِ یوسف علیہ السلام:

حضرت یوسف علیہ السلام کی سیرت میں ایک اہم وصف احسان اور سخاوت ہے، خصوصا اپنے مخالفین کے ساتھ ان کا رویہ جو قرآن کریم نے ذکر کیا ہے وہ قابل تقلید ہے۔ چنانچہ قرآن کریم میں حضرت یوسفؑ کے بارے میں آتا ہے:

"وَقَالَ لِفِتْيَانِهِ اجْعَلُوا بِضَاعَتَهُمْ فِي رِحَالِهِمْ لَعَلَّهُمْ يَعْرِفُونَهَا إِذَا انْقَلَبُوا إِلَىٰ أَهْلِهِمْ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ"[54]

ترجمہ: اور اپنے خدمت گاروں سے کہہ دیا کہ ان کی پونجی ان کے اسباب میں رکھ دو تا کہ وہ اسے پہچانیں جب وہ لوٹ کر اپنے گھر جائیں شاید وہ پھر آجائیں۔

اس آیت میں حضرت یوسفؑ کا اپنے بھائیوں پر کیے گئے احسان کا ذکر ہے کہ بھائیوں کے بوریوں میں رقم واپس کر دی، اور ان کو غلہ مفت فراہم کیا، جس میں ان کی سخاوت بھی معلوم ہوتی ہے۔[55]

کتاب التکوین میں حضرت یوسف کے اس وصف کو یوں بیان کیا گیا ہے:

"تب یوسفؑ نے حکم کیا کہ ان کے بورے غلہ سے بھریں، اور ہر ایک کی نقدی اس کے میں رکھ پھیر دیں، اور انہیں سفر کی رسد بھی دیں اور ان سے یوں ہی کیا گیا"۔[56]

تقابل:

قرآن کریم اور کتاب التکوین کی تعلیمات حضرت یوسف علیہ السلام کے اس وصف کے بیان میں متفق ہیں۔

تفتیش الزام کا مطالبہ:

قرآنِ کریم کے حوالے سے اللہ کی مشیت یہ رہی ہے کہ اس میں جن انبیائے کرام کا تذکرہ ہوا ہے ان کی زندگی کے کچھ خاص پہلوؤں کو، یا صرف کسی ایک اہم پہلو کو بہ طورِ خاص ابھارا گیا ہے تاکہ امتِ مسلمہ کے لیے اس تعلق سے ایک عملی نمونہ اور اسوہ سامنے آجائے۔ قرآن میں مذکور انبیائے کرام کے تذکرے کا واحد مقصد یہی ہے کہ مسلمان ان کی عملی سیرت و کردار سے فیض اٹھائیں اور ان کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے دارین کی سعادت کے مستحق بنیں۔ سابقہ انبیاء کی پیروی واقتداء اپنی مرضی اور اختیار کی چیز نہیں ہے، یہ اللہ کا عائد کردہ ایک محکم فریضہ ہے جسے بجالانا ہر مسلمان پر ازروئے دین لازم ہے۔[57]

جس شخص پر الزام لگے تو اس کے یہ ضروری ہے کہ اس کے کردار پر لگے دھبے کی صفائی ہو اور معاملہ کی حقیقی صورت حال کے بارے میں عام لوگوں کو علم ہو، یہی وجہ تھی کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے کردار پر لگے داغ کو صاف کرنے کے لیے پہلے تفتیش حال کا مطالبہ کیا، اور یہ اس وقت ہوا جب بادشاہ مصر کے خواب کی تعبیر بتانے کے بعد جب بادشاہ نے ان کی رہائی کا اور انہیں اپنے پاس لانے کا حکم دیا، جب بادشاہ مصر کا فرستادہ رہائی کا پیغام لے کر آیا تو حضرت یوسفؑ نے اسے واپس بھیجا، اور بادشاہ سے مطالبہ کیا کہ پہلے اس الزام کی تحقیق و تفتیش کی جائے جس میں مجھے جیل بھیجا گیا تھا۔[58] چنانچہ اس ذیل میں قرآن کریم کے الفاظ یوں ہیں:

"وَقَالَ الْمَلِكُ ائْتُونِي بِهٖ فَلَمَّا جَآءَهُ الرَّسُوْلُ قَالَ ارْجِعْ اِلٰى رَبِّكَ فَاسْاَلْهُ مَا بَالُ النِّسْوَةِ اللّٰتِيْ قَطَّعْنَ اَيْدِيَهُنَّ ۚ اِنَّ رَبِّيْ بِكَيْدِهِنَّ عَلِيْمٌ، قَالَ مَا خَطْبُكُنَّ اِذْ رَاوَدْتُّنَّ يُوْسُفَ عَنْ نَّفْسِهٖ ۚ قُلْنَ حَاشَ لِلّٰهِ مَا عَلِمْنَا عَلَيْهِ مِنْ سُوْٓءٍ ۚ قَالَتِ امْرَاَتُ الْعَزِيْزِ الْـٰٔنَ حَصْحَصَ الْحَقُّ ۖ اَنَا رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ وَاِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِيْنَ، ذٰلِكَ لِيَعْلَمَ اَنِّيْ لَمْ اَخُنْهُ بِالْغَيْبِ وَاَنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ كَيْدَ الْخَآئِنِيْنَ"[59]

ترجمہ: "اور بادشاہ نے کہا اسے میرے پاس لے آؤ، پھر جب اس کے پاس قاصد پہنچا تو کہا اپنے آقا کے ہاں واپس جا اور اس سے پوچھ ان عورتوں کا کیا حال ہے جنہوں نے اپنے ہاتھ کاٹے تھے، بے شک میرا رب ان کے فریب سے خوب واقف ہے۔ کہا تمہارا کیا واقعہ تھا جب تم نے یوسف کو پھسلایا تھا، انہوں نے کہا اللہ پاک ہے ہمیں اس میں کوئی برائی معلوم نہیں ہوئی، عزیز کی عورت بولی کہ اب سچی بات ظاہر ہو گئی، میں نے ہی اسے پھسلانا چاہا تھا اور وہ سچا ہے۔ یہ اس لیے کیا تاکہ عزیز معلوم کرلے کہ میں نے اس کی غائبانہ خیانت نہیں کی تھی، اور بے شک اللہ خیانت کرنے والوں کے فریب کو چلنے نہیں دیتا۔"

تقابل:

کتاب التکوین کے باب 39 کی ابتدا میں اس بات کی وضاحت تو ہے کہ حضرت یوسف پر یہ الزام جھوٹا لگا تھا، تاہم اس میں حضرت یوسف علیہ السلام کا وہ واقعہ نہیں ملتا جس کا ذکر قرآن کریم نے کیا۔

حسن سلوک:

یوسف علیہ السلام کے بھائی انہیں کنویں میں پھینک کر ایک عجب طرح کے احساس تفاخر میں مبتلا تھے مگر اللہ تعالیٰ کو ان کو غرور اور تکبر پسند نہیں آیا، اسی وجہ سے اس واقعہ کے آخر میں حضرت یوسف کے بھائی مصر میں ان کے قدموں میں آتے ہیں۔ پھر تاریخ کا ایک عظیم سبق کہ بدلہ لینے کی قدرت رکھتے ہوئے یوسف علیہ السلام نے اپنے انہی سوتیلے بھائیوں کو کمال فراخدلی سے معاف کر دیا، اور ان کے ساتھ کمال درجے کے حسن سلوک کا معاملہ کیا، یہی وجہ تھی کہ آپ ﷺ نے انہیں "کریم" کا لقب دیا، جیسا کہا س پہلے بیان ہوا کہ آپ ﷺ کی حدیث کے الفاظ ان کے بارے میں یوں ہیں،

عن ابن عمر رضي الله عنهما أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال : الكريم ابن الكريم ابن الكريم ابن الكريم يوسف بن يعقوب بن إسحاق بن إبراهيم عليهم السلام "[60]

ترجمہ: ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ "کریم ابن کریم ابن کریم ابن کریم یعنی کہ یوسف بن یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم علیہم السلام"۔

International Journal of Islamic Studies & Culture ISSN-2709-3905
http://ijisc.com.pk/index.php/IJISC/issue/view/192 PISSN2709-3891
(Volume.4, Issue.2 (2024)
(April-June)

اس حدیث میں آپ ﷺ نے حضرت یوسف علیہ السلام کی تعریف و توصیف بیان کرتے ہوئے انہیں "کریم" قرار دیا، بلکہ ان کے والد، دادا اور جد اعلیٰ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بھی "کریم" ارشاد فرمایا۔ کریم یعنی اعلیٰ اخلاق کا پیکر اور شرف نبوت سے سرفراز، ساتھ ہی خاندان میں تین پیڑھی قبل سے نبوت کا اٹوٹ سلسلہ، نیز خوابوں کی تعبیر کے علم سے مشرف, علم سیاست سے بہرہ ور اور اس میں ماہر، اپنی قابل تعریف سیرت کے ذریعے عوام کی بہترین قیادت اور اس پر مستزاد حسن صورت۔ یہ ساری چیزیں جس شخصیت کے اندر یک جا تھیں، اس کا نام ہے اللہ کے نبی یوسف اللہ کے نبی یعقوب کے فرزند, اللہ کے نبی اسحاق کے پوتے, اللہ کے نبی ابراہیم کے پڑپوتے ہیں۔

دوسرے مقام پر ارشاد نبوی ﷺ ہے:

"عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضى الله عنه قَالَ: قِيْلَ: يَا رَسُولَ اللهِ، مَنْ أَكْرَمُ النَّاسِ؟ قَالَ: أَتْقَاهُمْ. فَقَالُوا: لَيْسَ عَنْ هَذَا نَسْأَلُکَ. قَالَ: فَيُوسُفُ نَبِيُّ اللهِ بْنُ نَبِيِّ اللهِ ابْنِ نَبِيِّ اللهِ ابْنِ خَلِيْلِ اللهِ. قَالُوا: لَيْسَ عَنْ هَذَا نَسْأَلُکَ قَالَ: فَعَنْ مَعَادِنِ الْعَرَبِ تَسْأَلُونَ خِيَارُهُمْ فِي الْجَاهِلِيَةِ خِيَارُهُمْ فِي الإِسْلَامِ إِذَا فَقُهُوْ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ[61].

”حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ سے پوچھا گیا: یا رسول اللہ! لوگوں میں سب سے زیادہ کریم کون ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جوان میں سب سے زیادہ متقی ہے۔ صحابہ کرام نے عرض کیا: ہم اس کے متعلق آپ سے نہیں پوچھ رہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تو پھر سب سے کریم اللہ تعالیٰ کے نبی حضرت یوسف علیہ السلام ہیں جو اللہ تعالیٰ کے نبی کے بیٹے اور اللہ تعالیٰ کے خلیل کے پوتے ہیں۔ صحابہ کرام نے عرض کیا: ہم اس کے بارے میں بھی آپ سے نہیں پوچھ رہے، آپ ﷺ نے فرمایا: پھر تم قبائل عرب کے متعلق مجھ سے پوچھ رہے ہو؟ جو لوگ زمانہ جاہلیت میں افضل تھے وہ لوگ اسلام میں بھی افضل ہیں جبکہ وہ دین میں سمجھ بوجھ حاصل کرلیں۔“ یہ حدیث متفق علیہ ہے۔

کچھ اس قسم کا منظر چشم فلک نے فتح مکہ کے موقع پر بھی دیکھا۔ سورہ یوسف ہجرت مدینہ سے کچھ ہی عرصہ قبل نازل ہوئی جب کفار مکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جانی طور پر نقصان پہنچانے کے درپے تھے، اس سورہ میں حضرت یوسف اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اپنے مخالفین، حاسدین اور ناقدین کے ساتھ نہایت اعلی اور عفوو در گزر والے سلوک کی وہ دلکش اور دلپذیر جھلک نمایاں ہے کہ تاریخ تاابد انکی نظیر پیش نہ کرسکے گی۔ یہ وسیع القلبی، یہ تسامح، یہ عفوو در گزر ان عالی شان لوگوں کی ہی سنت تھی اور یہ تاریخ کا وہ درخشاں باب ہے جو ہمیشہ چمکتا دمکتا رہے گا۔

کتاب التکوین کے دوسرے مقام پر یوں ذکر ہے:

”تب یوسف ان کے آگے جو اس کے پاس کھڑے تھے اپنے آپ کو ضبط نہ کرسکا اور چلا کر کہا ہر ایک آدمی کو میرے پاس سے باہر کردو۔ چنانچہ جب یوسف نے اپنے آپ کو اپنے بھائیوں پر ظاہر کیا اس وقت اور کوئی اس کے ساتھ نہ تھا۔ اور وہ چلا چلا کر رونے لگا اور مصریوں نے سنا اور فرعون کے محل میں بھی آواز گئی۔ اور یوسف نے اپنے بھائیوں سے کہا کہ میں یوسف ہوں۔ کیا میرا باپ اب تک جیتا ہے؟ اور اس کے بھائی اسے کچھ جواب نہ دے سکے کیونکہ وہ اسکے سامنے گھبرا گئے۔ اور یوسف نے اپنے بھائیوں سے کہا ذرا نزدیک آجاؤ اور وہ نزدیک آئے۔ تب اس نے کہا میں تمہارا بھائی یوسف ہوں جسکو تم نے بیچ کر مصر پہنچوایا۔ اور اس بات سے کہ تم نے مجھے بیچ کر یہاں

پہنچوایا نہ تو غمگین ہو اور نہ اپنے اپنے دل میں پریشان ہو کیونکہ خدا نے جانوں کو بچانے کے لئے مجھے تم سے آگے بھیجا۔ "[62]

تقابل:

قرآن کریم کی تعلیمات اور تورات حضرت یوسف علیہ السلام کے اس وصف میں رطب اللسان ہیں، اور ان میں فرق نہیں

، دونوں کا اتفاق ہے۔ جیسا کہ ساتھ تفصیل سے معلوم ہوا۔

علم، فراست ومتانت:

حضرت یوسف علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے بہت سے اوصاف سے نوازا تھا، انہیں میں سے علم، فراست ومتانت جیسے کامل اوصاف بھی ہیں جن کی وجہ سے انسانی شخصیت مزین ہوتی ہے[63]، قرآنِ مجید میں اللہ تعالیٰ درج ذیل الفاظ میں حضرت یوسف علیہ السلام کے شمائل ذکر فرماتے ہیں:

"وَلَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗ اٰتَيْنٰهُ حُكْمًا وَّعِلْمًا ۚ وَكَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ"[64]

ترجمہ: اور جب اپنی جوانی کو پہنچا تو ہم نے اسے حکم اور علم دیا، اور نیکوں کو ایسا ہی بدلہ دیتے ہیں۔

دوسرے مقام پر ارشاد ربانی ہے:

" قَالَ لَا يَاْتِيْكُمَا طَعَامٌ تُرْزَقٰنِهٖٓ اِلَّا نَبَّاْتُكُمَا بِتَاْوِيْلِهٖ قَبْلَ اَنْ يَّاْتِيَكُمَا ۚ ذٰلِكُمَا مِمَّا عَلَّمَنِيْ رَبِّيْ ۚ اِنِّيْ تَرَكْتُ مِلَّةَ قَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ"[65]

ترجمہ: کہا جو کھانا تمہیں دیا جاتا ہے وہ ابھی آنے نہ پائے گا کہ اس سے پہلے میں تمہیں اس کی تعبیر بتلا دوں گا، یہ ان چیزوں سے ہے جو میرے رب نے مجھے سکھائی ہیں، بے شک میں نے اس قوم کا مذہب ترک کر دیا ہے جو اللہ پر ایمان نہیں لاتی اور وہ آخرت کے بھی منکر ہیں۔"

یہ اس موقع کی بات جب جیل میں حضرت یوسف سے ان کے ساتھیوں نے خواب کی تعبیر پوچھی تھی تو ان کے جواب میں حضرت یوسف علیہ السلام نے یہ جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اس کا علم دیا ہے۔[66]

اسی طرح حضرت یوسف علیہ السلام کی فراست اللہ تعالیٰ نے درج ذیل مقام پر بھی ذکر کی:

"وَجَآءَ اِخْوَةُ يُوْسُفَ فَدَخَلُوْا عَلَيْهِ فَعَرَفَهُمْ وَهُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ"

ترجمہ: اور یوسف کے بھائی آئے پھر اس کے ہاں داخل ہوئے تو اس نے انہیں پہچان لیا اور وہ نہیں پہچان سکے۔

حضرت یوسف علیہ السلام کو اپنے بھائیوں سے جدا ہوئے ایک زمانہ گزر چکا تھا، اور جب ان کے دس بھائی پہلی مرتبہ ان سے ملے تو ان میں کوئی بھی ان کو نہیں پہچان سکا، تاہم حضرت یوسف علیہ السلام اپنی خداداد صلاحیت اور فراست سے اپنے بھائیوں کو پہچان چکے تھے۔

کتاب التکوین میں حضرت یوسف علیہ السلام کے اس وصف کو یوں بیان کیا گیا ہے:

" اور یعقوب کو معلوم ہوا کہ مصر میں غلہ ہے تب اس نے اپنے بیٹے سے کہا کہ تم کیوں ایک دوسرے کا منہ دیکھتے ہو، اور کہا کہ میں سنا ہے کہ مصر میں غلہ موجود ہے، اس لیے تم وہاں جاؤ، اور وہاں سے ہمارے مول لو، تاکہ ہم زندہ رہیں، اور مر نہ جائیں۔ سو یوسف کے دس بھائی غلہ مول لینے کو مصر میں آئے۔ مگر یعقوب نے یوسف کے بھائی بنیامین کو اس کے بھائیوں کے ساتھ نہ بھیجا، کیونکہ اس نے کہا۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ اس پر کوئی آفت پڑے، پس اسرائیل کے بیٹے دیگر خریداروں کے ساتھ مصر آئے اس لئے کہ کنعان میں کال تھا اور یوسف ملک مصر کا حاکم تھا اور وہی ملک کے سبب سے لوگوں کے ہاتھ غلہ بیچتا تھا۔ سو یوسف کے بھائی آئے اور اپنے سر زمین پر ٹیک کر اسکے حضور آداب بجالائے۔ یوسف اپنے بھائیوں کو دیکھ کر ان کو پہچان گیا اور اس نے ان کے سامنے اپنے آپ کو انجان بنا لیا "[67]

تقابل:

قرآن کریم اور کتاب التکوین کا حضرت یوسف علیہ السلام کے اس وصف کے بیان میں اتفاق پایا جاتا ہے۔

ISSN-2709-3905
PISSN2709-3891

خلاصۃالبحث:

حضرت یوسف علیہ السلام اللہ تعالیٰ نے برگزیدہ پیغمبر تھے ان کی زندگی کے حالات اور واقعات کو اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم کی سورت یوسف میں تفصیل سے ذکر کیے ہیں، اور اسے "احسن القصص" قرار دیا۔ اس واقعہ میں حضرت یوسف علیہ السلام کے شمائل پر تفصیل سے روشنی پڑتی ہے۔ حضرت ہوسف علیہ السلام کی زندگی سے بنی نوع انسان کو رہنمائی ملتی ہے کہ وہ بھی اپنی کوششوں اور کاوشوں کا سب سے بڑا محور دین، عقیدے اور اخلاق و کردار کو بنائیں۔ اس اعلیٰ مقصد کی تحصیل و تکمیل کے لیے تمام ممکنہ اور جائز مادی و معنوی وسائل اختیار کریں۔ اسی سے یہ بھی معلوم ہو جاتا ہے کہ فرد اور ملت کی زندگی میں تشخص اور شناخت کے تحفظ کا مسئلہ سب سے اہم اور نازک ہے۔ بڑے سے بڑے دنیاوی مفاد اور مقصد کی کوئی قدر و قیمت نہیں اگر اس کے نتیجے میں انسان کو اپنے دین اور اخلاق سے دست بردار ہونا پڑے۔ یہی چیز ہمیں حضرت یوسفؑ کی زندگی میں سب سے نمایاں دکھائی پڑتی ہے۔

سورۂ یوسف کے مطالعے سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اس میں ایک مومن و مسلم کا کردار اور نمونہ پیش کیا گیا ہے جسے حالات اس کی مرضی کے خلاف ایسے معاشرے میں پہنچادیتے ہیں جو دین و ایمان میں اس سے بے گانہ ہوتا ہے۔ مگر وہ وہاں اپنے اخلاق و کردار سے، اپنی ایمان داری اور وفا شعاری سے وہ اثر قائم کرتا ہے کہ پورا ملک اس کی عظمت کے آگے سرِ نیاز جھکا دیتا ہے۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ بامقصد زندگی گزارنے والا انسان ایک ایسے مسافر کی طرح ہوتا ہے جس کو اپنی منزل کا مکمل ادراک و شعور ہوتا ہے۔ اگرچہ راستے میں اس مسافر کو کئی دلفریب مناظر، خوشنما اقامت گاہیں اور ٹھنڈے سائے اپنی طرف کھینچتے ہیں مگر وہ ان کو نظر انداز کرتا ہوا منزل کی طرف بڑھتا چلا جاتا ہے۔ یعنی دنیا کی رنگینیاں و رعنائیاں انسان کو اپنی طرف نہیں کھینچ سکتیں اگر انسان کے سامنے اس کے مقاصد حیات واضح و روشن ہوں۔ جو شخص چاہتا ہے کہ اسے اخروی زندگی میں رونا نہ پڑے بلکہ وہ خوش و خرم زندگی کا باسی ہو تو اسے چاہئے کہ دنیاوی زندگی میں خوف خدا کا دامن تھام لے تو اللہ تعالیٰ اسے دنیا میں ہی عزت سے نوازتے ہیں جیسا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے ان کی قربانی، اخلاص اور خشیت کی وجہ سے نوازا۔

اللہ تعالیٰ کی مشیت ہوئی کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے تذکرے میں تمام مسلمانوں کے لیے تقویٰ اور خدا ترسی، صبر و تحمل، وفا و اخلاص اور دعوت و حکمت وغیرہ انبیائی شمائل کا جلوہ اور پرتو ظاہر ہو جائے۔

بلیاوی، عبدالحفیظ، مصباح اللغات، ص448، مکتبہ زید بن ثابت، لاہور/المطَالِعُ النَّصرية للمَطَابِعِ المصريَّةِ في الأصُول الخَطيَّة، نصر (أبوالوفاء) ابن الشيخ نصر يونس الوفائي الهوريني، ج1، ص416

دیکھئے: ابوعُبید، القاسم بن سلاّم بن عبداللہ الهروي البغدادي، الغريب المصنف، ناشر: مجلۃ الجامعۃ الإسلامیۃ بالمدینۃ المنورۃ، ج1، ص351

یوسف: 4:12

دیکھئے: عثمانی، شبیر احمد، دارالقرآن اردو بازار لاہور، ص306، سورۃ یوسف: 5:12

کتاب مقدس، نیو اردو بائبل ورژن، (امریکہ، انٹرنیشنل بائبل سوسائٹی، ۲۰۰۵ء)، کتاب تکوین: 37 باب، 3 تا 11 آیت

کتاب مقدس، نیو اردو بائبل ورژن، (امریکہ، انٹرنیشنل بائبل سوسائٹی، ۲۰۰۵ء)، کتاب تکوین: باب: 37، آیت: 11

الطبري، محمد بن جرير بن يزيد بن كثير بن غالب الآملي، أبو جعفر، جامع البيان في تأويل القرآن، محقق: أحمد محمد شاکر، ناشر: مؤسسۃ الرسالۃ، ج15، ص565، یوسف: 9،10:12

دیکھئے: عثمانی، شبیر احمد، دارالقرآن اردو بازار لاہور، ص306

دیکھئے، کتاب مقدس، مطالعاتی اشاعت، دی ریلیجس بک سوسائٹی، لاہور، اشاعت اول 1957ء، کتاب التکوین: باب 37، آیت: 18 تا 28

ابن منظور، لسان العرب، ج8، ص51؛ مفردات الفاظ قرآن کریم، ص270 اور ابن اثیر نہایہ، ج1، ص391

ابن مسکویہ، تہذیب الاخلاق، ص41، طوسی اخلاق ناصری، ص77

سورۃالمؤمنون:23:5،1

الطبري، محمد بن جرير، أبو جعفر، جامع البيان في تأويل القرآن: ج16، ص43

سورۃیوسف:12:23

دیکھیے: عثمانی، شبیر احمد، دارالقرآن اردو بازار لاہور، ص308، سورۃ یوسف:12:23

دیکھیے، کتاب مقدس، مطالعاتی اشاعت، دی ریلیجس بک سوسائٹی، لاہور، اشاعت اول 1957ء، کتاب التکوین: باب39، آیت6تا15

سورۃیوسف:12:21

ابن کثیر، أبو الفداء إسماعيل بن عمر بن كثير، تفسیر القرآن العظیم، ناشر: دار طیبۃ للنشر والتوزیع، ج4، ص384

سورۃالرحمٰن:55:60

دیکھیے، کتاب مقدس، مطالعاتی اشاعت، دی ریلیجس بک سوسائٹی، لاہور، اشاعت اول 1957ء، کتاب التکوین: باب39، آیت8

ابن کثیر، أبو الفداء إسماعيل بن عمر بن كثير، تفسیر القرآن العظیم: ج4، ص385

سورۃیوسف:12:33

ابن کثیر، أبو الفداء إسماعيل بن عمر بن كثير، تفسير القرآن العظيم: ج4، ص386

دیکھیے، کتاب مقدس، مطالعاتی اشاعت، دی ریلیجس بک سوسائٹی، لاہور، اشاعت اول 1957ء، کتاب التکوین: باب39، آیت:20

سورۃیوسف:12:31

ابن کثیر، أبو الفداء إسماعيل بن عمر بن كثير، تفسير القرآن العظيم: ج4، ص384، 385

دیکھیے، کتاب مقدس، مطالعاتی اشاعت، دی ریلیجس بک سوسائٹی، لاہور، اشاعت اول 1957ء، کتاب التکوین: باب39، آیت15

محمد رضوان، حسن اخلاق، ادارہ غفران، راولپنڈی، طبع دوم 2009، ص13

سورۃالتوبۃ:9:119

سورۃالزمر:33[30]

ابن کثیر، أبو الفداء إسماعيل بن عمر بن كثير، تفسیر القرآن العظیم: ج4، ص382

سورۃیوسف:12:28، 27

دیکھیے: عثمانی، شبیر احمد، دارالقرآن اردو بازار لاہور، ص313

الطبري، محمد بن جرير، أبو جعفر، جامع البيان في تأويل القرآن: ج16، ص60، سورۃ یوسف:12:46

بلیاوی، عبدالحفیظ، مصباح اللغات، مکتبہ زید بن ثابت، لاہور: ص177

ماہنامہ دارالعلوم، شمارہ 12، جلد:97، صفر 1435 ہجری مطابق دسمبر 2013ء

دیکھیے: عثمانی، شبیر احمد، دارالقرآن اردو بازار لاہور، ص475، سورۃ الفرقان:25:63

الطبري، محمد بن جرير، أبو جعفر: ج16، ص72، سورۃ یوسف:12:53

دیکھیے: عثمانی، شبیر احمد، دارالقرآن اردو بازار لاہور، ص315

ابن کثیر، أبو الفداء إسماعيل بن عمر بن كثير، تفسیر القرآن العظیم: ج4، ص393

البخاري، محمد بن إسماعيل أبو عبدالله الجعفي، الجامع المسند الصحيح المختصر من أمور رسول الله صلى الله عليه وسلم وسننه وأيامه = صحيح البخاري، محقق: محمد زهير بن ناصر الناصر، ناشر: دار طوق النجاة (مصورة عن السلطانية بإضافة ترقيم ترقيم محمد فؤاد عبدالباقي)، الطبعة: الأولى، 1422ھ- ج4، ص147

ابن کثیر، أبو الفداء إسماعيل بن عمر بن كثير، تفسیر القرآن العظیم: ج4، ص409

International Journal of Islamic Studies & Culture ISSN-2709-3905
http://ijisc.com.pk/index.php/IJISC/issue/view/192 PISSN2709-3891
(Volume.4, Issue.2 (2024)
(April-June)

سورۃ یوسف:12:19،90

دیکھئے، کتاب مقدس، مطالعاتی اشاعت، دی ریلیجس بک سوسائٹی، لاہور، اشاعت اول 1957ء، کتاب التکوین: باب 42، آیت 21

دیکھئے، کتاب مقدس، مطالعاتی اشاعت، دی ریلیجس بک سوسائٹی، لاہور، اشاعت اول 1957ء، کتاب التکوین: باب 45، آیت 1تا8

ماہنامہ دارالعلوم، شمارہ 12، جلد: 97، صفر 1435ہجری مطابق دسمبر 2013ء

بخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح البخاری: ج2، ص5

ابن کثیر، أبو الفداء إسماعیل بن عمر بن کثیر، تفسیر القرآن العظیم: ج4، ص402

سورۃ یوسف:12:40،39

دیکھئے، کتاب مقدس، مطالعاتی اشاعت، دی ریلیجس بک سوسائٹی، لاہور، اشاعت اول 1957ء، کتاب التکوین: باب 39، آیت 1تا6

دیکھئے: عثمانی، شبیر احمد، دارالقرآن اردو بازار لاہور، ص315

سورۃ یوسف:12:56

دیکھئے، کتاب مقدس، مطالعاتی اشاعت، دی ریلیجس بک سوسائٹی، لاہور، اشاعت اول 1957ء، کتاب التکوین: باب 41، آیت 37تا42

سورۃ یوسف:12:62

دیکھئے: عثمانی، شبیر احمد، دارالقرآن اردو بازار لاہور، ص316

دیکھئے، کتاب مقدس، مطالعاتی اشاعت، دی ریلیجس بک سوسائٹی، لاہور، اشاعت اول 1957ء، کتاب التکوین: باب 42، آیت 25

ابن کثیر، أبو الفداء إسماعیل بن عمر بن کثیر، تفسیر القرآن العظیم: ج4، ص393

الطبري، محمد بن جریر، أبو جعفر، جامع البيان في تأويل القرآن، ناشر: مؤسسة الرسالة، ج16، ص72

سورۃ یوسف:12:51،51،50

البخاری، محمد بن إسماعیل أبو عبد الله الجعفي، صحيح البخاري، ناشر: دار طوق النجاۃ، ج4، ص151

أخرجه البخاري في الصحيح، كتاب: الأنبياء، باب: قول الله تعالى: واتخذ الله ابراهيم خليلا، 3/1224، الرقم: 3175، ومسلم في الصحيح، كتاب: الفضائل، باب: من فضائل يوسف عليه السلام، 4/1846، الرقم: 2378

دیکھئے، کتاب مقدس، مطالعاتی اشاعت، دی ریلیجس بک سوسائٹی، لاہور، اشاعت اول 1957ء، کتاب التکوین: باب 45، آیت 1تا8

بیضاوی، ناصر الدین أبو سعید عبد الله بن عمر بن محمد الشیرازي، أنوار التنزيل وأسرار التأويل، محقق: محمد عبد الرحمن المرعشلي، ناشر: دار احیاء التراث العربي - بیروت الطبعة: الأولى - 1418ھ، ج3، ص159

سورۃ یوسف:12:22

یوسف:12:37

بیضاوی، ناصر الدین أبو سعید عبد الله بن عمر بن محمد الشیرازي، أنوار التنزيل وأسرار التأويل، محقق: محمد عبد الرحمن المرعشلي، ناشر: دار احیاء التراث العربي — بیروت، الطبعة: الأولى - 1418ھ، ج3، ص165

دیکھئے، کتاب مقدس، مطالعاتی اشاعت، دی ریلیجس بک سوسائٹی، لاہور، اشاعت اول 1957ء، کتاب التکوین: باب 42، آیت 1تا7